جنوری 2011 خلاصہ

پاکستان

جولائی میں پاکستان نے ایک تباہ کن سیلاب کا سامنا کیا، جس سے ملک کا پانچواں حصہ زیرِآب آ گیا، 2 کروڑ افراد بے گھر ہوئے اور کھربوں ڈالر نقصان کا سبب بنا۔ اشیائے خوردونوش اور ایندھن کی آسمان کو چھوتی قیمتوں اور مسلح گروہوں کے حملوں سے ڈگمگاتی، غیر مستحکم سویلین حکومت نے اس گھمبیر صورت حال سے نمٹنے کی کوشش کی۔ اگرچہ سیلاب کی امدادی سرگرمیوں کو غیر منظّم کہہ کر ان پر تنقید کی گئی لیکن یہ بڑی حد تک خطرات میں گھری اقلیتوں کے خلاف کسی باضابطہ امتیازی سلوک سے بالاتر تھیں۔

ملک بھر میں جنگجو گروہوں کی جانب سے خودکش بم دھماکوں اور ٹارگٹ کلنگ کے باعث 2010 میں امن وامان کی صورت حال بگڑنے کا سلسلہ جاری رہا۔ طالبان اور اُن سے وابستہ گروہوں نے شہریوں اور پبلک مقامات جن میں بازاروں، ہسپتالوں اور مذہبی جلوسوں کو خصوصاً اپنے حملوں کا نشانہ بنایا۔ کراچی میں سیاسی کارکنوں کی ٹارگٹ کلنگ میں اضافہ ہوا۔

حقوق کو لاحق حالیہ خدشات میں دہشت گردی کے حملوں کے بایں ہمہ قانون کی عملداری کا خاتمہ، عدلیہ، وکلاء کے گروہوں اور حکومت کے مابین کشیدگی، مشتبہ مجرموں پر جاری تشدد اور بدسلوکی، سابقہ فوجی حکومت کے مخالفین اور مشتبہ دہشت گردوں کی تصفیہ طلب جبری گمشدگیاں، قبائلی علاقہ جات اور سوات میں فوجی کارروائیوں کے دوران فوج کے مظالم؛ اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی قوانین اور تشدد شامل ہیں۔

مسلح حملے، دہشت گردی کا مقابلہ، اور انتقامی کارروائیاں

طالبان، القائدہ، اور اُن کے اتحادیوں کی جانب سے خودکش بم دھماکوں، مسلح حملوں اور قتل کے واقعات نے صحافیوں اور مذہبی اقلیتوں سمیت پاکستانی معاشرے کے تقریباً تمام شعبوں کو نشانہ بنایا ہے، جس کے نتیجے میں سینکڑوں اموات واقع ہوئیں۔ ملک کے بڑے شہروں نے خصوصیت سے اِن حملوں کی شدت کا سامنا کیا۔ گزشتہ مئی میں لاہور میں جماعت احمدیہ کے خلاف ہونے والے حملوں کے نتیجے میں تقریباً 100 افراد ہلاک ہوئے۔ یکم جولائی کو لاہور کے بزرگ صوفی کے مزار ُداتا دربار ُپر ہونے والے بم دھماکے کے باعث 40 افراد ہلاک ہوئے۔

قبائلی علاقہ جات اور وادی سوات میں پولیس اور فوج کے مخبر سمجھے جانے والے شہریوں یا امن رضاکاروں کے خلاف خودکش بم دھماکے ہونا اور اُن کی ٹارگٹ کلنگ روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ 15 جولائی کو وادی سوات کے مرکزی قصبے مینگورہ میں ایک پُرہجوم بسوں کے اڈے کے قریب ایک خودکش بم دھماکہ ہوا جس کے باعث کم از کم 5 افراد ہلاک اور تقریباً 50 زخمی ہوگئے۔

سکیورٹی فورسز دہشت گردی کے خلاف جاری کارروائیوں میں حسبِ معمول بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتی رہی ہیں۔ مشتبہ افراد کو اکثر اوقات کسی الزام کے بغیر محبوس رکھا جاتا رہا اور غیر جانبدار عدالتی تحقیقات کے بغیر اُنہیں سزا دی گئی۔ مصدقہ اطلاعات ہیں کہ دہشت گردوں کے خلاف ملک گیر کارروائی کے دوران

جس کا آغاز سوات اور وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں سے ہوا تھا، القاعدہ، طالبان اور دیگر مسلح گروہوں کے چند ہزار مشتبہ اراکین گرفتار ہوئے تھے، لیکن صرف چند ایک ہی کے خلاف عدالتوں میں مقدمہ پیش کیا گیا۔ فوج نے متعدد بار وکلا، رشتہ داروں، آزاد نگران کاروں اور انسانیت دوست تنظیموں کے عملے کو فوجی کارروائیوں کے دوران گرفتار ہونے والے افراد تک رسائی دینے سے انکار کیا ہے۔

ستمبر 2009ء سے جب سے فوج نے سوات کا دوبارہ کنٹرول حاصل کیا ہے، طالبان کی جانب سے سرے عام کوڑے مارنا اور پھانسیاں دینے جیسے مظالم زیادہ تر ختم ہوگئے ہیں۔ اس کے باوجود ہیومن رائٹس واچ کو ضلع میں فوج اور پولیس کے مظالم کی مصدقہ اطلاعات موصول ہورہی ہیں، جن میں فوری پھانسیاں، غیر قانونی حراست، جبری بے دخلی اور گھر مسمار کرنا شامل ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ نے ان میں سے چند الزامات کی تحقیقات کیں اور کئی ایک پھانسیوں کو قلمبند کیا۔ فوج کے سربراہ جنرل اشفاق پرویز کیانی نے ایک ایسی ویڈیو کی تحقیقات کرنے کا وعدہ کیا تھا جس میں سپاہیوں کو سوات میں لوگوں اور لڑکوں کے ایک گروہ کو پھانسیاں دیتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ تاہم، اِس رپورٹ کے تحریر ہونے تک، کسی مجرم کو ان ہلاکتوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا گیا۔

پاکستانی پولیس کے مظالم بشمول ماورائے عدالت قتل کے واقعات، کی اطلاعات بھی 2010 میں ملک بھر سے موصول ہوتی رہیں۔

2010 میں افغانستان سے ملحقہ پاکستانی سرحدی حدود کے قریب القاعدہ اور طالبان کے مشتبہ افراد پر امریکی فضائی ڈرون حملوں میں اضافہ ہوگیا۔ 15 اکتوبر 2010 تک 87 حملے رپورٹ کیے گئے جو کہ کسی بھی گزشتہ برس کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اِن حملوں کے نتیجے میں بارہا بڑی تعداد میں شہری ہلاکتوں کا دعویٰ کیا جاتا ہے مگر کشیدہ زدہ علاقوں تک رسائی نہ ہونے کے باعث اِن دعووں کی آزادانہ تصدیق نہیں ہوسکی۔

جولائی میں حکومت نے انسداد دہشت گردی قوانین میں مجوزہ ترامیم سینٹ (پارلیمان کے ایوانِ بالا) میں پیش کیں جس سے حکام کے پاس مشتبہ افراد کو عدالتی نظر ثانی یا حق ضمانت کے بغیر 90 دن تک قبل از الزام حراست میں رکھنے کا اختیار ہوگا۔ پولیس یا فوج کے سامنے کیے گئے اعترافات کو بطور شہادت قابل قبول تصور کیا جاسکے گا اور یہ اس کے باوجود ہے کہ شواہد موجود ہیں کہ تشدد ایک معمول بن چکا ہے۔ اِس رپورٹ کے تحریر ہونے تک ترامیم کا بل سینٹ میں زیر التوا ہے۔

بلوچستان

2010 میں پارلیمان نے صوبائی خودمختاری میں اضافے اور لسانی بلوچوں کے مصائب کے ازالے کے لیے اصلاحات کا ایک پیکیج منظور کیا تھا۔ گو سویلین حکام ان اصلاحات پر عمل درآمد کرنے کی تگ و دو کررہے ہیں۔ بلوچستان میں حالات انتہائی بدتر ہوچکے ہیں۔ مسلح گروہوں نے صوبے میں سکیورٹی فورسز پر متعدد حملے کیے۔ پاکستانی فوج نے حکومت کی مصالحتی کوششوں اور جنرل پرویز مشرف کے فوجی دور کے دوران ''گمشدہ ہونے والے'' لسانی بلوچوں کا سراغ لگانے کی کوششوں کی برسرے عام مزاحمت کی، جو کہ کشیدگی جاری رہنے کا بنیادی سبب ہے۔

جیسا کہ ہیومن رائٹس واچ نے قلمبند کیا ہے، پاکستانی فورسز نے مشتبہ لسانی بلوچ جنگجوؤں کی جبری گمشدگی میں ملوث ہونے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ مسلح گروہوں نے غیر بلوچ شہریوں، اساتذہ اور تعلیمی عمارتوں پر حملوں میں اضافہ کردیا ہے۔ جنوری اور اکتوبر 2010 کے دوران کم از کم 9 تعلیمی اہلکار ہلاک ہوئے۔ متعدد اساتذہ بالخصوص لسانی پنجابی، شیعہ مسلمان اور دیگر اقلیتوں نے خوفزدہ ہوکر اپنے تحفظ کے پیشِ نظر تبادلہ کروالیا ہے۔

قانونی اصلاحات اور عدلیہ

اپریل میں پارلیمان نے متفقہ رائے سے آئین میں اٹھارہویں ترمیم منظور کی، صدر کے اختیارات کو محدود کیا گیا اور پارلیمان، وزیراعظم، عدلیہ اور صوبائی حکومتوں کو زیادہ خودمختاری دی گئی۔ سیاستدانوں اور سول سوسائٹی کی تنظیموں نے ترمیم کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے اسے پاکستان کے پارلیمانی نظام جمہوریت کی بحالی میں ایک اہم قدم قرار دیا۔ عدالت عالیہ نے ترمیم کے بعض حصوں، بشمول عدالتی تقرریوں کے طریقہ کار کو درپیش قانونی چیلنجوں کی ازخود سماعت کرنے پر آمادہ ہو کر پارلیمان کے ساتھ کشیدگی کو جنم دیا۔

جون میں پاکستان نے بین الاقوامی میثاق برائے شہری و سیاسی حقوق اور اذیت رسانی کے خلاف میثاق کی توثیق کی۔ البتہ، پاکستان نے یہ توثیق متعدد وسیع اور مبہم تحفظات کے ساتھ مشروط کردی، بشمول ماسوائے، پاکستان آئین سے ''متضاد ہر چیز''

عدلیہ اور ''وکلا تحریک'' میں شامل اُس کے سابقہ اتحادیوں کے تعلقات واضح طور پر خراب ہو گئے جنھوں نے 2009 میں چیف جسٹس افتخار احمد چوہدری کی اپنے عہدے پر بحالی میں مدد کی تھی۔ اکتوبر میں وکلاء نے عدالت عظمیٰ لاہور کے چیف جسٹس پر اُن کے چیمبر میں جسمانی طور پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اگلے دن لاہور کے چیف جسٹس کی اجازت سے صوبائی پولیس نے عدالت کے احاطے میں داخل ہو کر وکلاء پر تشدد کیا اور تقریباً 100 وکیلوں کو گرفتار کر لیا اور اُن کے خلاف پاکستان کے انسداد دہشت گردی قانون کے تحت مقدمہ درج کر لیا۔

اکتوبر میں انسانی حقوق کی معروف کارکن اور اقوام متحدہ کی سابقہ رپورٹیر، عاصمہ جہانگیر وکلاء کے سب سے اہم فورم سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کی پہلی خاتون صدر منتخب ہوئیں۔ جہانگیر نے وکلاء اور ججوں جن کو 2009 میں اپنے عہدوں پر بحال کروانے میں وکلاء نے مدد کی تھی کے درمیان پیشہ وارانہ فاصلہ قائم رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔

اقلیتوں اور خواتین کے ساتھ سلوک

خواتین اور لڑکیوں پر تشدد اور بدسلوکی، بشمول جنسی تشدد، گھریلو تشدد اور اُن کی زبردستی شادی کرنا، بدستور سنگین مسائل ہیں۔ گھریلو تشدد (خاتمہ اور تحفظ) کا بل، قومی اسمبلی نے متفقہ رائے سے اگست 2009 میں منظور کیا تھا مگر پاکستانی آئین کی لازمی شرط کے مطابق یہ تین ماہ کے اندر سینٹ سے منظور نہ ہونے کے باعث متروک ہو گیا۔

7 نومبر 2010 کو صوبہ پنجاب سے تعلق رکھنے والی ایک مسیحی خاتون، آسیہ بی بی، توہین رسالت کے الزام میں سزائے موت پانے والی پاکستانی تاریخ کی پہلی خاتون بن گئی۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے پاکستان کے بدنام حُرمت مذہب کے قوانین کی منسوخی کے مطالبات کے دوران اِس سزا کی بین الاقوامی اور قومی سطح پر مذمت کی گئی۔

2010 میں پاکستان بھر میں حُرمتِ مذہب قوانین کی مختلف دفعات کے تحت احمدیوں کو قانونی کارروائیوں کا مرکزی نشانہ بنانے کا سلسلہ جاری رہا۔ اسلامی مسلح گروہوں نے اُنھیں حملوں کا نشانہ بھی بنایا۔ 28 مئی کو، جنگجوؤں نے لاہور میں جماعت احمدیہ کی دو مساجد پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 94 افراد ہلاک اور سو سے زائد شدید زخمی ہو گئے۔ تین دن بعد، نامعلوم مسلح افراد نے جناح ہسپتال، لاہور پر حملہ کیا جہاں نشانہ بننے والے اور مشتبہ حملہ آوروں میں سے ایک حملہ آور

زیرعلاج تھا۔ طالبان کی طرف سے جاری ہونے والے ایک بیان میں پاکستانیوں کو اِن حملوں کی ''مبارکباد'' دی گئی اور جماعت احمدیہ اور شیعہ مسالک سے تعلق رکھنے والے افراد کو ''اسلام اور عام لوگوں کا دشمن'' قرار دیا گیا۔

میڈیا کی آزادی

پاکستانی میڈیا نے حکومت پر شدید تنقید کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اور اسے گزشتہ برسوں کی نسبت منتخب شدہ حکومت کی جانب سے کم مداخلت کا سامنا کرنا پڑا۔ البتہ میڈیا نے دہشت گردی کے خلاف جاری کارروائی میں فوج کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی اطلاعات شاذونادر ہی منظرعام پر لائیں۔

گزشتہ برسوں کی طرح، فوج پر تنقید کرنے کے حوالے سے معروف صحافیوں کو فوج کے زیرکنٹرول خفیہ ایجنسیوں کی جانب سے ہراساں کرنے، دھمکانے اور بدسلوکی کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ 12 اپریل کو صحافی کامران شفیع کے گھر پر فائرنگ کی گئی جو مسلح افواج اور ریاست پر اُن کے غلبے پر شدید تنقید کرتے ہیں۔ ستمبر میں تحقیقاتی صحافی عمر چیمہ کو جنہوں نے 2010 میں سویلین اور فوجی حکام کے متعلق تنقیدی نقطہ نظر سے اطلاعات شائع کی تھیں، اغوا کر لیا گیا، تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور بعدازاں اسلام آباد میں اُنہیں اُن کی رہائش گاہ سے 120 کلومیٹر دور پھینک دیا گیا۔ چیمہ نے الزام لگایا ہے کہ اُسے اغوا کرنے والوں کا تعلق پاکستان کی ایک خفیہ ایجنسی سے تھا۔

2010 کے پورے سال طالبان اور دیگر مسلح گروہ میڈیا سنٹرز کو اُن کی نشرو تشہیر پر دھمکیاں دیتے رہے جو ایک طریق عمل ہے جسے ہیومن رائٹس واچ نے 2009 میں قلمبند کیا تھا، اور صحافیوں کی بہت بڑی تعداد قبائلی علاقہ جات اور صوبہ خیبر پختونخوا میں ہلاک ہوگئی۔ 19 اپریل کو رپورٹر عظمت علی بنگش اورکزئی قبائلی ایجنسی میں اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے افراد کے خیمے میں خوراک کی فراہمی کی اطلاعات دینے کے دوران ایک خودکش بم دھماکے کے باعث ہلاک ہوگئے۔ 28 جولائی کو، صحافی ظفراللہ بنوری اور عمران خان کے گھروں پر دستی بموں سے حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں چھ خواتین اور بچے زخمی ہوگئے۔ ستمبر میں صحافیوں حبیب الرحمٰن صدیق اور مرصی خان کو فائرنگ کرکے ہلاک کر دیا گیا۔

16 اپریل کو کوئٹہ میں بم دھماکے کے نتیجے میں کیمرہ مین ملک عارف اور 3 ستمبر کو ایک مذہبی جلوس کے دوران ہونے والے دھماکے میں کیمرہ مین اعجاز رئیسانی اور ٹیلی ویژن سٹیشن کے ڈرائیور محمد سرور ہلاک ہوگئے۔ اسلامی مسلح گروہوں نے بم دھماکوں کی ذمہ داری قبول کی۔

خود کو ''ایشین ٹائیگرز'' کہنے والے ایک گروپ نے پاکستانی نژاد برطانوی دستاویزی فلمساز اسد قریشی کو پانچ ماہ تک یرغمال بنائے رکھا اور بالآخر 9 ستمبر کو رہا کر دیا۔

اکتوبر میں حکمران جماعت پاکستان پیپلز پارٹی نے ایک حکومت مخالف ٹیلی ویژن چینل جیو اور اُس سے منسلک اخبارات کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کر دیا۔ جب حکومت کی سابقہ وزیر اطلاعات شیری رحمان چینل پر نظر آئیں، تو صدر آصف علی زرداری نے انتقاماً پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو رحمان کے گھر کا کراچی میں گھیراؤ کرنے، اُسے اور اُس کے اہل خانہ کو دھمکیاں دینے کا حکم دیا۔

چیف جسٹس چوہدری اور صوبائی ہائی کورٹس نے مؤثر انداز سے میڈیا میں پاکستانی عدلیہ پر ہونے والی تنقید کا منہ بند کروایا۔ ہیومن رائٹس واچ کو صحافیوں نے بتایا کہ عدالتی حکام نے بڑے ٹیلی ویژن چینلوں کو غیر رسمی طور پر آگاہ کیا تھا کہ اُنہیں عدالتی فیصلوں یا مخصوص ججوں پر تنقید کرنے یا مخالفانہ آراء پیش کرنے پر توہین

عدالت کے الزامات کا سامنا کرنے کے لیے طلب کرلیا جائے گا۔انگریزی اخبارات ڈان اور نیوز سمیت متعدد اخبارات کو کھلے عام عدالت سے معافی مانگنا پڑی اور اوّل الذکر کے ایڈیٹروں کو سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی جانب سے مبینہ طور پر اپنے عہدے کا ناجائز استعمال کرنے کی کہانی شائع کرنے پر توہین عدالت کی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

مرکزی بین الاقوامی کردار

امریکہ پاکستان کا سب سے بڑا اتحادی رہا اور 2010 میں سیلاب کی امدادی سرگرمیوں میں پاکستان کا سب سے بڑا امداد دہندہ رہا۔البتہ، جیسا کہ ہیومن رائٹس واچ نے 2010 میں پورا سال اس امر کو بیان کیا ہے کہ ایسی کئی مثالیں ملی ہیں کہ پاکستان کو ملنے والی امریکی امداد کے سلسلے میں لیہی قانون (Leahy Law) کی خلاف ورزیاں ہوئی ہیں۔اِس قانون کے مطابق امریکی ریاستی شعبہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ امریکی امداد وصول کرنے والا فوجی یونٹ انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں میں ملوث نہ ہو، اور جب ایسی خلاف ورزیاں پائی جائیں تو اُن کی مکمل اور اچھے طریقے سے تحقیقات کی جائے۔اکتوبر میں امریکہ نے لیہی قانون (Leahy Law) کے تحت وادی سوات میں فرائض سرانجام دینے والے پاکستانی فوج کے چھ یونٹوں پر پابندی عائد کی گو کہ اس کے ساتھ ساتھ اس نے پاکستان کے لیے 2 کھرب امریکی ڈالر کی فوجی امداد کا اعلان کیا تاکہ پاکستان دہشت گردی کے خاتمے میں درپیش بڑی مشکلات سے نبرد آزما ہو سکے۔

6 جولائی کو برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ کیمرون نے ستمبر 2001 سے لے کر پاکستان میں تشدد اور مجرموں کو دیگر ممالک کے سپرد کرنے کے واقعات میں برطانوی کردار کے حوالے سے ایک عدالتی تحقیقات کرانے کا اعلان کیا۔متعدد واقعات میں یہ الزامات عائد کیے گئے کہ پاکستان میں برطانوی شہریوں پر ہونے والے تشدد میں برطانوی معاونت شامل تھی۔

اپریل میں اقوام متحدہ کے تین رکنی تحقیقاتی کمیشن نے سابقہ وزیراعظم بےنظیر بھٹو کے دسمبر 2007 میں ہونے والے قتل کی تحقیقات مکمل کیں۔کمیشن نے نتیجہ اخذ کیا کہ بھٹو کو تحفظ فراہم کرنے میں نہ صرف پاکستانی حکام ناکام رہے، جس سے اُس کی زندگی کو بچایا جاسکتا تھا بلکہ اُس کے قتل میں فوج کے اندر طاقتور عناصر کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔ٹیم کو پاکستان کی خفیہ ایجنسی، انٹر سروسز انٹیلی جنس کی طرف سے ادا کیے جانے والے ''مخرب کردار'' پر بھی تشویش تھی۔